حقوقِ مجردہ اور ان کے احکام: ایک مطالعہ

A Study of *al-Ḥuqūq al-Mujarrada*

*Hafiz Nasir Ali

**Dr. Ghulam Shams-ur-Rehman

Abstract

This article deals with the rules of *al-Ḥuqūq al-Mujarrada* in Islamic jurisprudence. It explores that Withdrawal from abstract rights without any compensation has unanimously been permitted by the scholars. Inheritance and wills are not issued for essential rights. In the rest of abstract rights, inheritance and will issued according to the most of *Ḥanafī* scholars. As far compensation for essential rights is concerned, it is not permissible. However, it is permissible to take compensation as a withdrawal. The sale of consensual rights is permissible according to the majority and contemporary jurists, while the sale of some rights is permissible according to the classical *Ḥanafī* scholars. Similarly, the sale and compensation of modern forms of abstract rights is not permissible according to some scholars, but it is permissible according to the majority of contemporary jurists.

Key words: *Al-Ḥuqūq al-Mujarrada,* Fiqh, permissibility, impermissibility

اسلام زندگی کا ایک جامع و منظّم دستور العمل ہے، انسانی حیات کا کوئی پہلو خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، ملی ہو یا بین الاقوامی، سماجی ہو یا معاشی، تمدنی ہو یا سیاسی اسلام کی تعلیمات سے محروم نہیں۔ اسلام نے انسان کے جملہ حقوق کے تحفظ، حمایت اور تائید پر

* PhD scholar Islamic Studies, BZU, Multan

**Chairman/Professor, Department of Islamic Studies and Arabic, GCU, Faisalabad

بہت زور دیا ہے۔انسانی حقوق کی ایک قسم حقوق مجردہ ہے۔ان سطور میں یہ جائزہ لینا مقصود ہے کہ حقوق مجردہ کیا ہیں؟اور ان سے متعلق شرعی احکام اور ان کی نوعیت کیا ہے؟

حقوقِ مجردہ کا فقہی مفہوم

فقہی اصطلاح میں حقوق مجردہ سے مراد وہ حقوق ہیں، جو ملک سے خالی ہوں اور تنہا ہوں، اور ان کا محل کے ساتھ قرار والا تعلق نہ ہو، یعنی اگر ان حقوق کو استعمال کریں یا چھوڑ دیں تو اس کے محل پر کوئی اثر نہ ہو۔ علی الخفیف کے الفاظ میں: **الحق المجرد ما كان غير متقرر في محله۔**[1] "حق مجردہ وہ ہے، جو اپنے محل میں قرار نہ پکڑے۔" اس تعریف کی روشنی میں ان حقوق کے ملک سے مجرد اور خالی ہونے کی تین صورتیں بنتی ہیں: 1۔اس حق کا حسی ومادی چیز (عین) کے ساتھ تعلق ہی نہ ہو، جیسے بیوی کا باری میں حق، یا ملازمت سے دست بر داری کا حق۔2۔اس حق کا تعلق عین اور مادی چیز سے ہو، لیکن وہ عین جو محل حق ہے، ایک شخص کی ملک ہو جب کہ صاحبِ حق دوسرا ہو، جیسے حقِ شفعہ اور حقوق ارتفاق (حق مرور، حق شرب، حق مسیل، حق تعلی) کسی کو حاصل ہوں مگر زمین کسی دوسرے کی ملک ہو۔ 3۔ محل حق (عین) بھی صاحب حق کی ملک ہو، لیکن صاحب حق، محل حق (زمین ومکان) کے بغیر صرف حق کو فروخت کرے، جیسے کسی کی زمین ومکان ہے اور اس کو حقوق ارتفاق بھی حاصل ہیں، لیکن وہ کسی دوسرے کو بغیر زمین کے صرف حقوقِ ارتفاق فروخت کرے۔

حقوق اور حقوق مجردہ کی اقسام

حقوق کی ابتداً دو قسمیں ہیں: حقوق شرعیہ اور حقوق عرفیہ۔ان دونوں نوعیت کے حقوق کی ضروری تفصیل حسب ذیل ہے:

حقوقِ شرعیہ: حقوقِ شرعیہ وہ حقوق ہیں جو شارع کی جانب سے انسان کے لیے ثابت ہیں اور قیاس کا ان میں کوئی دخل نہیں ہے۔اس کی مزید دو قسمیں ہیں: حقوق ضروریہ اور حقوق اصلیہ۔ حقوق ضروریہ وہ حقوق ہیں جو کسی انسان کے لیے اس لیے ثابت ہوتے ہیں تاکہ وہ ضرر سے بچ جائے، جیسے حق شفعہ، باری میں بیوی کا حق، ماں کو پرورش کا حق، یتیم کی ولایت کا حق، طلاق کا اختیار یا عورت کا حق خیار اور عنین کی بیوی کا خاوند سے نکاح فسخ کرنے کا حق وغیرہ۔اور حقوق اصلیہ وہ حقوق ہیں جو انسان کو اصالتاً ثابت ہوتے ہیں ان کا اصل مقصد دفع ضرر نہیں ہوتا یعنی حق قصاص، خاوند کا بیوی سے نفع اٹھانے کا حق اور موت کے بعد وراثت کا حق۔

حقوق عرفیہ: یہ وہ حقوق ہیں جو اصل کے اعتبار سے عرف وعادت کی وجہ سے انسان کے لیے ثابت ہوتے ہیں اور شریعت نے بھی ان کو معتبر مانتے ہوئے برقرار رکھا ہے۔ مولانا تقی عثمانی نے حقوق عرفیہ کی تین قسمیں بیان کی ہیں: 1۔ حقوق ارتفاق: ان سے سے مراد کسی چیز سے نفع اٹھانے کا حق ہے، جیسے حق مرور، حق شرب، حق تسییل وغیرہ۔2۔ حقوق

[1] علی الخفیف، احکام المعاملات الشرعیہ، (القاہرہ: دار الفکر العربی، 2008ء)، 28۔

عقد: ان سے مراد وہ حقوق ہیں جو کسی انسان کو عقد کرنے سے حاصل ہوں جیسے حق وظائف، حق خلو۔ 3۔ حقوق سبق واختصاص: یعنی وہ حقوق جو کسی انسان کو مباح چیز کی طرف سبقت کرنے سے حاصل ہوں، جیسے حق تحجیر۔[2]

حقوق کی مذکورہ بالا اقسام میں سے حقوق شرعیہ کی دوسری قسم حقوق اصلیہ جیسے حق قصاص حقوق غیر مجردہ ہیں، البتہ حقوق شرعیہ کی پہلی قسم حقوق ضروریہ اور حقوق عرفیہ کی تینوں قسمیں حقوق مجردہ ہیں، چونکہ تحقیق سے مقصود حقوق مجردہ سے بحث کرنا ہے، اس لیے صرف ان پر تفصیلاً بحث ہوگی۔ چنانچہ حقوق مجردہ کی تمام انواع کو مد نظر رکھیں تو ان کی چار درج ذیل اقسام ہیں:

1۔ **حقوق ضروریہ:** وہ حقوق مجردہ ہیں جو دفع ضرر کی خاطر مشروع ہیں، جیسے حق شفعہ اور باری میں بیوی کا حق۔ **2۔ حقوق ارتفاق یا حقوق آسائش:** وہ حقوق مجردہ ہیں جیسے حق مرور، حق تعلی، حق تسییل، حق مجری، حق شرب اور حق انتفاع بالجدار۔ **3۔ حقوق عقد:** وہ حقوق مجردہ ہیں جو عقد سے حاصل ہوں، جیسے حق وظائف، حق خلو۔ **4۔ حقوق سبق واختصاص:** وہ حقوق مجردہ ہیں جیسے حق تحجیر اور جدید صورتوں میں سے حق تالیف، حق طباعت، حق ایجاد، تجارتی نام وٹریڈ مارک اور تجارتی لائسنس، وغیرہ۔

[2] محمد تقی عثمانی، بحوث فی قضایا فقہیہ معاصرہ، بیع الحقوق المجردہ (دمشق: دار القلم، 2003ء)، 70 -85۔

حقوق مجردہ کے فقہی و شرعی احکام

تحدید عنوان کے تحت حقوق مجردہ کے اجمالی تعارف واقسام کے ذکر کے بعد ان کے شرعی احکام بیع ومعاوضہ، اسقاط، ہبہ، وراثت اور اجارہ کا ذکر ضروری ہے کہ ان حقوق میں معاملات کے جواز وعدم جواز کے متعلق چھ ابحاث ہیں۔

حقوق مجردہ کا معاوضہ

حقوق غیر مجردہ پر مالی معاوضہ لینا متفقہ طور پر درست ہے، جیسے قاتل پر مقتول کے اولیا کو قصاص کا حق حاصل ہے۔ وہ اس کا عوض لے سکتے ہیں یا اسی طرح عورت پر شوہر کو جو ملکیت نکاح حاصل ہے، اگر عورت خلع کا مطالبہ کرتی ہے، تو وہ اپنی ملکیت نکاح کا عوض حاصل کرکے طلاق دے سکتا ہے، جس کو بدل خلع کہا جاتا ہے[3]۔ اسی طرح حقوق مجردہ کا معاوضہ لینے یعنی بیع یا دستبرداری کی صورت میں جواز وعدم جواز کی تفصیل یہ ہے:

پہلی قسم: **حق شفعہ** اور **حق قسم** [باری میں بیوی کا حق] کا مالی معاوضہ لینا مالکیہ کے نزدیک جائز ہے[4] جب کہ ائمہ ثلاثہ احناف،[5] شوافع[6] اور حنابلہ[7] کے نزدیک جائز نہیں بیع کی صورت میں اور نہ دست بر داری کی صورت میں۔ مالکیہ کا موقف یہ ہے کہ یہ اس کی ملک ہے اور ملک کو عوض کے بدلے میں چھوڑنا جائز ہے جبکہ ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ حق شفیع اور بیوی کو اس لیے ملا ہے، تاکہ شفیع نئے پڑوسی کی تکلیف اور بیوی اپنی ضرورت کے پورے نہ ہونے کی تکلیف کو دور کرسکے، جب یہ دوسرے آدمی کو اپنا حق بیچیں گے یا دست بردار ہوں گے تو ظاہر ہو جائے گا کہ ان کو تکلیف نہیں ہے، لہٰذا عوض لینا جائز نہیں ہوگا، نہ بیع کی صورت میں نہ دست برداری اور صلح کی صورت میں۔[8]

دوسری قسم: **حقوق ارتفاق** کی بیع اور ان کا معاوضہ جمہور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے۔[9] جب کہ احناف متقدمین کے نزدیک صرف حق مرور کی بیع جائز ہے، کیونکہ اس کا تعلق اعیان کے ساتھ ہے۔[10] حق شرب، حق مسیل، حق المجری اور

---

[3] خالد سیف اللہ رحمانی، قاموس الفقہ (کراچی: زمزم پبلشرز، س ن)،3: 272۔

[4] محمد بن یوسف، التاج والاکلیل لمختصر خلیل (بیروت: دار الکتب العلمیہ ط1994ء)،7: 378۔

[5] مرغینانی، علی بن ابوبکر مرغینانی، الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، (بیروت: دار احیاء التراث العربی)،4: 321۔

[6] یحییٰ بن شرف نووی، المجموع شرح المہذب (بیروت: دار الفکر)،14/ 330۔

[7] ابراہیم بن محمد ابن مفلح، المبدع فی شرح المقنع (بیروت: دار الکتب العلمیہ 1997ء)،4: 269۔

[8] عثمانی، بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ،81۔

[9] عبد الحمید الشروانی، حاشیۃ الشروانی علی تحفۃ المحتاج (مصر: المکتبۃ التجاریۃ الکبری، ط1983ء)، 4: 215؛ مالک بن انس، المدونۃ، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ط1994ء)،3: 265۔

[10] محمد بن علی الحصکفی، الدر المختار (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2002ء)،5: 80۔

حق انتفاع بالجدار کی بیع احناف متقدمین کے نزدیک جہالت وغیرہ کی وجہ سے جائز نہیں[11] اور حق تعلی کی بیع اس لیے جائز نہیں کہ اس کا تعلق اعیان کے ساتھ نہیں ہے۔[12] جب کہ مشائخ بلخ[13] نے عرف اور تعامل کی وجہ سے حق شرب کی بیع کو جائز کہا ہے۔[14] اور متاخرین ومعاصرین احناف نے حق تعلی کی بیع کو عرف کی بناپر جائز قرار دیا ہے۔[15]

مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ احناف کا اصول " حقوق مجردہ کا عوض جائز نہیں " کلی نہیں بلکہ اکثری ہے۔ نیز اگر غلط فہمی دور کردی جائے یا عصر حاضر کے عرف اور تعامل کو ملحوظ خاطر رکھیں تو پھر احناف کے نزدیک بھی تمام حقوق ارتفاق کی بیع جائز ہو گی۔

تیسری قسم : حقوق عقد میں سے حق نزول عن الوظائف کی بیع بھی بالاتفاق جائز نہیں، البتہ بطور دست برداری کے متاخرین احناف وشوافع اور حنابلہ کے نزدیک جائز ہے[16] کیونکہ یہ حق اصالۃً مشروع ہے جبکہ متقدمین احناف اور مالکیہ کے نزدیک نہ بیع جائز ہے اور نہ دست برداری کے طور پر عوض لینا جائز ہے[17] کیونکہ یہ حقوق مجردہ میں سے ہے۔ راجح یہی ہے کہ بطور دست برداری کے اس کا عوض لینا جائز ہے، جیسا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت سے دست بردار ہو کر خلافت امیر معاویہ کے حوالہ کی اور ان سے متعین سالانہ وظیفہ لیا کرتے تھے۔[18] اسی طرح حقوق عقد کی دوسری قسم حق خلو ہے، جس کی بیع جمہور کے نزدیک جائز ہے اور احناف کے نزدیک اس کی بیع جائز نہیں البتہ اس کا عوض بطور دست برداری کے لینا جائز ہے۔[19]

چوتھی قسم : حقوق سبق کی قدیم صورت حق تحجیر کی بیع بالاتفاق جائز نہیں البتہ بطور دست برداری کے اس کا معاوضہ لینا جائز ہے۔[20] حق سبق کی جدید صورتیں یعنی حق تالیف، حق طباعت، حق ایجاد، تجارتی نام وٹریڈ مارک اور تجارتی لائسنس وغیرہ کی بیع یا معاوضہ جائز ہے یا نہیں تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ ان کے بارے میں بعض معاصر کا قول یہ ہے کہ ان کا معاوضہ لینا

---

[11] الحصکفی، الدر المختار، 1: 417۔

[12] مرغینانی، الہدایۃ، 3: 47۔

[13] مشائخ بلخ سے مراد، ابو بکر اسکاف اور محمد بن سلمہ، وغیرہ مراد ہیں دیکھئے تبیین الحقائق، 4: 52۔

[14] محمد بن فروموز ملا خسرو، درر الحکام شرح غرر الأحکام (بیروت: دار احیاء الکتب العربیہ، س ن)، 2: 173۔

[15] جنید عالم قاسمی، جدید فقہی مباحث، (کراچی: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، س ن)، 3: 178۔

[16] غانم بن محمد بغدادی، مجمع الضمانات، (بیروت: دار الکتاب الاسلامی، س ن)، 453۔

[17] محمد بن محمد خطاب، مواہب الجلیل (بیروت: دار الفکر، 1992ء)، 4: 13۔

[18] عثمانی، بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ، 106۔

[19] محمد خالد ومحمد طاہر، شرح المجلہ (بیروت: دار الفکر، 2004)، 2: 121۔

[20] ابن قدامۃ، عبداللہ بن احمد ابن قدامہ، المغنی، (قاہرہ: المکتبہ، 1968ء)، 5: 420۔

جائز نہیں کیونکہ یہ حقوق مجردہ ہیں، جن کا معاوضہ لینا جائز نہیں۔ اس کے قائلین مفتی رشید احمد گنگوہی[21]، مفتی رشید احمد لدھیانوی[22]، مفتی محمد شفیع[23]، مفتی محمود الحسن گنگوہی[24]، ڈاکٹر احمد الحجی الکردی اور شیخ تقی الدین نبہانی ہیں[25] جبکہ جمہور مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور اکثر متاخرین معاصرین احناف کا قول یہ ہے کہ ان کا معاوضہ لینا جائز ہے، بعض کا بطور دست بر داری کے اور بعض کا بطور بیع بھی معاوضہ لینا جائز ہے۔ چنانچہ اس کے قائلین مولانا فتح محمد لکھنوی [مولانا عبد الحی لکھنوی کے شاگرد] مفتی محمد کفایت اللہ، مفتی نظام الدین دیوبند، مفتی عبد الرحیم لاجپوری، مفتی تقی عثمانی[26]، مولانا محمد جنید عالم ندوی، مفتی نسیم احمد قاسمی، برہان الدین سنبھلی، شیخ بکر ابو زید ڈاکٹر محمد فتحی الدرینی اور ڈاکٹر محمد سعید رمضان بوطی ہیں۔[27] ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ حقوق اسبقیت میں داخل ہیں اور ان کے ساتھ مال والا معاملہ کرنے پر عرف اور تعامل ہو چکا ہے، اس لیے ان کا معاوضہ لینا جائز ہے اس کے جواز میں وہ حدیث پیش کرتے ہیں: **مَنْ سبق إلى ما لم يَسْبقْه إليه مسلمٌ فهو له۔**[28] "جس نے کسی ایسی چیز کی طرف سبقت کی جس کی طرف کسی مسلمان نے سبقت نہیں کی تھی تو وہ چیز اس کی ہوگی"۔ علامہ مناوی نے اس بارے میں متعدد شارحین سے یوں نقل کیا ہے: **بمعنى شيء والحمل عليه أكمل وأتم فيشمل ما كل عين وبئر ومعدن كملح ونفط فالناس فيه سواء ومن سبق لشيء منها فهو أحق به۔**[29] " "ما" شیء کے معنی میں ہے اور اس پر محمول کرنا زیادہ کامل اور تام ہے لہٰذا یہ ہر چشمہ کنواں معدن کو شامل ہے جیسے نمک وغیرہ پس اس میں لوگ برابر ہیں اور جس نے ان میں سے کسی چیز کی طرف سبقت کی وہ اس کا زیادہ حق دار ہوگا۔"

اس طرح مجمع الفقہ الاسلامی کا فیصلہ بھی ہے۔ مجمع الفقہ الاسلامی نے کویت میں یکم جمادی الاولی سے 6 جمادی الاولی 1409ھ تک منعقد ہونے والے اپنے پانچویں اجلاس میں خوب بحث و تحقیق کے بعد یہی طے کیا کہ تجارتی نام، ٹریڈ مارک، حقوق تالیف، حقوق ایجاد وغیرہ کا حقوق ہونا مالکان کیلئے شرعاً معتبر ہے، کسی دوسرے کیلئے ان کا استعمال جائز نہیں اور اس موجودہ

---

[21] رشید احمد گنگوہی، مفتی، فتاوی رشیدیہ (کراچی: دار الاشاعت، س ن)، 497۔

[22] رشید احمد لدھیانوی، مفتی، احسن الفتاوی (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، 1425ھ)، 6: 530۔

[23] مفتی محمد شفیع، جواہر الفقہ (کراچی: مکتبہ دار العلوم، س ن)، 4: 447۔

[24] مفتی محمود حسن، فتاوی محمودیہ (کراچی: دار الافتاء جامعہ فاروقیہ، س ن)، 16: 183۔

[25] سامی حبیلی، الحقوق المجردہ فی الفقہ المالی الاسلامی (جامعہ اردنیہ، س ن)، 150۔

[26] محمد تقی عثمانی، فقہی مقالات (کراچی: میمن اسلامک پبلشرز، 2011ء)، 1: 226۔

[27] سامی حبیلی، الحقوق المجردہ فی الفقہ المالی الاسلامی (جامعہ اردنیہ، س ن)، 151۔

[28] ابو داود سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود، (بیروت: مکتبہ عصریہ صیدا، س ن)، 4: 679۔

[29] عبد الروف مناوی، فیض القدیر (مصر: مکتبۃ التجاریہ کبری، 1356ھ)، 6: 148۔

دور میں یہ ذی قیمت ہیں اور مال کے درجہ میں ہیں، ان میں تصرف کرنا مالی عوض کے ساتھ جائز ہے بشرطیکہ اس میں کوئی دھوکہ اور التباس نہ ہو۔[30]

مزید اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا فیصلہ اس امر کی وضاحت کرتا ہے۔ اسلامک فقہ اکیڈمی کا تیسرا فقہی سیمینار بنگلور میں منعقد ہوا بتاریخ 13 تا 16 ذی قعدہ 1410ھ جس میں حقوق کی فقہی کیفیت یہ طے ہوئی "وہ تمام حقوق جن کی مشروعیت اصالۃ نہیں بلکہ صاحب حق کے لیے کسی ضرر کو دور کرنے کیلئے ہوتی ہے ایسے حقوق پر عوض لینا جائز نہیں جیسے حق شفعہ۔ جو حقوق نصوص شرعیہ سے ثابت ہوں البتہ ان سے مالی منفعت متعلق ہو گئی اور عرف میں ان کا عوض لینا مروج اور معروف ہو چکا ہو نیز ان کی حیثیت محض دفع ضرر نہ ہو اور نہ وہ شریعت کے عمومی مقاصد و مصالح سے متصادم ہوں، ایسے حقوق پر عوض حاصل کرنا جائز اور درست ہے"۔[31] گویا مندرجہ بالا ابحاث سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حقوق مجردہ یعنی ملک سے خالی اور تنہا ہونے اور ان کا محل کے ساتھ قرار والا تعلق نہ ہو تو اس کا معاوضہ چند مخصوص صورتوں میں بالکل جائز ہے۔

حقوق مجردہ کا اسقاط

حق کو ساقط کرنے کے بعد صاحب حق کو مطالبہ کا حق ختم ہو جاتا ہے اور دوسرا کوئی آدمی بھی اس حق کا مالک نہیں ہوگا جیسے بیوی کو طلاق دینا، غلام کو آزاد کرنا، قرضہ معاف کرنا، حق شفعہ کو چھوڑ دینا وغیرہ"۔[32] اسقاط کی دو قسمیں ہیں: اسقاط بالعوض اور اسقاط بلا عوض۔ **(1) اسقاط بالعوض:** عوض کے ساتھ ساقط کرنا جیسے خاوند کا مال لے کر بیوی سے خلع کرنا[33] یا حق وظائف سے مال لے کر دست بردار ہو جانا وغیرہ، یہ اسقاط معاوضہ کے حکم میں ہے، جس کی تفصیل پچھلی بحث میں گذر چکی ہے۔ **(2) اسقاط بلا عوض:** بغیر عوض کے ساقط کرنا یعنی اپنے حق سے بغیر کسی عوض کے دست بردار ہو جانا جیسے کسی کو قرضہ معاف کر دینا، قصاص، تعزیر اور حد قذف معاف کرنا وغیرہ۔[34]

حقوق مجردہ سے بغیر کسی عوض کے دست برداری: اسقاط بالعوض کا حکم وہی ہے، جو بیع کا ہے جس کی تفصیل گذشتہ بحث میں ہو چکی ہے اور اسقاط کی دوسری قسم یعنی حقوق مجردہ سے بغیر کسی عوض کے دست بردار ہونا تمام قدیم وجدید علما کے نزدیک جائز ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں علامہ ابن عابدین یوں تحریر کرتے ہیں: **فَقَدْ عُلِمَ أَنَّ حَقَّ الْغَانِمِ قَبْلَ الْقِسْمَةِ، وَحَقُّ حَبْسِ الرَّهْنِ، وَحَقُّ الْمَسِيلِ الْمُجَرَّدِ، وَحَقُّ الْمُوصَى لَهُ بِالسُّكْنَى، وَحَقُّ الْمُوصَى لَهُ بِالثُّلُثِ قَبْلَ**

---

[30] وہبہ بن مصطفیٰ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ (دمشق: دار الفکر، س ن)، 7: 5160۔

[31] فہیم اختر ندوی، نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے (انڈیا: اسلامک فقہ اکیڈمی، 2017ء)، 210۔

[32] الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ، (الکویت: وزارۃ الاوقاف والشوون الاسلامیہ، س ن)، 1: 143۔

[33] الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ، 1: 143۔

[34] محمد بن ادریس القرافی، الذخیرۃ، (بیروت: دار الغرب الاسلامی، 1994ء)، 1: 159۔

الْقِسْمَةِ وَحَقُّ الْوَارِثِ قَبْلَ الْقِسْمَةِ يَسْقُطُ بِالْإِسْقَاطِ "۔[35] "پس معلوم ہو گیا کہ مال غنیمت لینے والے کا حق تقسیم سے پہلے، رہن کو روکنے کا حق، محض حق مسیل، اس آدمی کا حق جس کے لیے خدمت کی وصیت کی گئی ہے، اس آدمی کا حق جس کیلئے ثلث کی وصیت کی گئی ہے۔ تقسیم سے پہلے اور وارث کا حق تقسیم سے پہلے ساقط کرنے سے ساقط ہو جاتے ہیں۔"

اسی طرح حق شفعہ، باری میں بیوی کا حق، وغیرہ ساقط کرنے سے ساقط ہو جاتے ہیں۔[36]

مذکورہ ابحاث سے واضح ہو جاتا ہے کہ جب کسی آدمی کو کسی عین یا حق کی ملکیت حاصل ہو تو اس کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنا حق وصول کرے یا اگر وہ چاہے تو اس کو معاف کر دے یعنی چھوڑ دے، گویا یہ حق اس کو مستقل حاصل ہوتا ہے۔

حقوق مجردہ کی وراثت

وراثت کے اعتبار سے حقوق کی دو قسمیں ہیں۔ وہ حقوق جن میں وراثت جاری ہوگی اور وہ حقوق جن میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ چنانچہ یہ بات یقینی ہے کہ یہ تقسیم حقوق عبد میں جاری ہوتی ہے، حقوق اللہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی کیونکہ حقوق اللہ کسی معین بندے کا حق نہیں کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ کو ملے، اور کسی حق میں وراثت کا جاری ہونا علامت ہوگی کہ یہ حقوق العباد میں سے ہیں۔ فقہی قاعدہ مشہور ہے کہ: **الإرث لا يجري فيما هو من حقوق الله تعالی**[37] "حقوق اللہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔" گویا حقوق العباد میں وراثت جاری ہوتی ہے، جبکہ تمام حقوق العباد میں جاری نہیں ہوتی یعنی بعض میں وراثت جاری ہوتی ہے اور بعض میں وراثت جاری نہیں ہوتی مثلاً انسانی حق لعان کرنا، ایلاء کے بعد رجوع کرنا، بعد از ظہار کے رجوع کرنا، بیع کو نافذ کرنا، فسخ کرنا اسی طرح جو عہدے انسان کے سپرد ہوتے ہیں۔ امامت، خطابت، قصاص لینا، یہ تمام حقوق ورثہ کی طرف منتقل نہیں ہوتے اگرچہ مورث کے لیے یہ حقوق ثابت ہوتے ہوں۔ چنانچہ مذکورہ دونوں قسموں کے درمیان فرق کا ایک ضابطہ یہ ہے کہ "جو حقوق مال سے متعلق ہوں یا جو مال شمار ہوتے ہوں یا اس سے وارث کا ضرر دور ہوتا ہو ان کی وراثت جاری ہوگی، اور جو حقوق نہ مال ہیں نہ مال سے متعلق ہیں بلکہ ان کا تعلق مورث کی ذات، عقل اور خواہشات کے ساتھ ہے ان میں وراثت جاری نہیں ہوگی، کیونکہ ورثہ مال کے وارث ہوتے ہیں اس لیے جو مال کے متعلق ہوگا اس کے بھی وارث ہوں گے چونکہ ورثہ مورث کی ذات، عقل، رائے، خواہشات کے وارث نہیں ہوتے اس لیے ان کے متعلقات کے بھی وارث نہیں ہوں گے۔[38]

حاصل یہ جو حقوق مجردہ مال سے متعلق ہیں ان میں وراثت جاری ہوگی اور جو حقوق مال سے متعلق نہیں ہیں ان میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔ کون سے حقوق مجردہ مالی ہیں اور کون سے مالی نہیں؟ اس بارے میں کا اختلاف ہے۔ اسی طرح

---

[35] محمد امین بن عمر ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار (بیروت: دار الفکر، 1992ء)، 5: 642۔

[36] زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم، الأشباہ والنظائر، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1999ء)، 272۔

[37] عینی، البنایۃ شرح الہدایۃ، 6: 372۔

[38] عینی، البنایۃ شرح الہدایۃ، 6: 372۔

احناف کے نزدیک مشہور ہے کہ: **لَا يَجُوزُ الِاعْتِيَاضُ عَنْ الْحُقُوقِ الْمُجَرَّدَةِ**[39] حقوق مجردہ کا عوض لینا جائز نہیں لیکن اس سے قبل تفصیلی بحث ہو چکی ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ اکثر حقوق مجردہ کی بیع احناف متاخرین کے نزدیک جائز ہے اسی طرح یہ بھی احناف کے نزدیک مشہور ہے: **أَنَّ الْحُقُوقَ الْمُجَرَّدَةَ لَا تُورَثُ**[40] "حقوق مجردہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔"

لیکن یہ قاعدہ بھی کلی نہیں جیسا کہ درج ذیل تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے۔ احناف کے نزدیک وراثت جاری نہیں ہوتی کیونکہ یہ حقوق مالی نہیں ہیں، جبکہ حق شفعہ کے بارے میں جمہور مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا موقف یہ ہے کہ اس میں وراثت جاری ہوگی کیونکہ جمہور کے نزدیک یہ حق مالی ہے۔ اسی طرح حقوق ارتفاق کی وراثت کے جاری ہونے میں احناف اور جمہور کا اتفاق ہے۔ وہ حقوق جن کا تعلق مورث کے مال سے ہے، اس کی ذات ارادے اور مشیت کے ساتھ نہیں ہے، یہ حقوق ایسے ہیں جن میں وراثت جاری ہوگی، اور اس میں کا اختلاف نہیں ہے، جیسے حق رہن اور مشہور حقوق ارتفاق جیسے حق مرور، حق شرب، حق مجری اور حق تعلی وغیرہ۔ اسی طرح حق شرب کی وراثت بھی قطعی جاری ہوگی اور یوں اس کے نفع کی وصیت بھی جائز ہے، لیکن بغیر زمین کے اس کی بیع، ہبہ اور اجارہ قطعاً جائز نہ ہے۔

حقوق کی وراثت سے متعلق احناف اور جمہور کا اصول

جمہور کے نزدیک حقوق مال کے حکم میں ہیں اس لیے ان کی بیع اور ہبہ کرنا بھی جائز ہے، مال کے حکم میں ہونے کی وجہ سے ان کی وراثت بھی جاری ہوگی جبکہ احناف کے نزدیک اصول یہ ہے کہ وراثت اموال میں جاری ہوتی ہے اور ان حقوق میں وراثت جاری ہوتی ہے، جو مال کے تابع ہوں یا مال کے معنی میں ہو اس لیے حق شفعہ حق خیار چونکہ کسی مال کے تابع نہیں اس لیے ان کی وراثت بھی جاری نہیں ہوگی، جب کہ حقوق ارتفاق چونکہ زمین کے تابع ہیں اور اعیان کے ساتھ ان کا تعلق ہوتا ہے اس لیے ان میں وراثت جاری ہوگی خواہ وہ صرف حقوق کے ساتھ زمین کا مالک ہو یا صرف حقوق کا مالک ہو۔ کیونکہ یہ حقوق مال کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ مالی حقوق ہیں لیکن ان میں جہالت یا غرر کی وجہ سے ان کی بیع جائز نہیں۔[41] اس ضمن میں امام محمد کسی فوت شدہ شخص کے حق شرب کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسف سے پوچھا ایک آدمی فوت ہوا اس کے لیے حق شرب تھا کیا وراثت جاری ہوگی؟ امام ابو یوسف نے کہا وہ حق شرب میراث ہوگا چاہے بغیر زمین کے ہو کیونکہ زمین کے ساتھ ملک حکما واقع ہوگی قصدا واقع نہیں ہوگی اور یہ جائز ہے کہ ایک چیز حکما ثابت ہو قصدا ثابت نہ ہو، جیسے خمر اور شراب کی ملکیت میراث میں حکما ثابت ہوتی ہے اگرچہ قصدا اس کی ملک ثابت نہیں

[39] ابن عابدین، ردالمختار، 4: 521۔

[40] ابن عابدین، ردالمختار، 4: 581۔

[41] الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ 3: 19۔

ہوتی۔ یعنی خرید وفروخت وغیرہ اسباب ملک کے ساتھ ملکیت نہیں آئے گی کہ نہ اس کی بیع جائز ہے اور نہ ہبہ کرنا جائز ہے[42]۔

حق اسبقیت یعنی حق تحجیر میں بھی تقریبامذاہب اربعہ کا اتفاق ہے کہ اس حق میں بھی وراثت جاری ہوگی۔ شوافع اور حنابلہ کی کتابوں میں اس بارے میں واضح نصوص موجود ہیں کہ حق تحجیر میں وراثت جاری ہوگی[43] اور مالکیہ کی کتب میں اس بارے میں واضح نصوص تو نہیں ملیں لیکن ان کے قواعد اسی پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ رویانی شافعی تحریر کرتے ہیں: "اگر تحجیر کرنے والا فوت ہو جائے تو اس کا وارث قائم مقام ہوگا اس کے آباد کرنے میں اور دوسرے لوگوں کی بنسبت زیادہ حقدار ہوگا کیونکہ اس کی موت کی وجہ سے اس کے حقوق بھی وارثوں کی طرف منتقل ہو جائیں گے۔"[44] جب کہ احناف کی کتب میں واضح نصوص نہیں مل سکیں، لیکن ان کے ذکر کردہ قواعد فقہیہ دلالت کرتے ہیں کہ ان حقوق کی وراثت جاری ہوگی، احناف کے نزدیک قاعدہ ہے کہ حق ضعیف کی وراثت جاری نہیں ہوتی، جیسے حق شفعہ لیکن حق متاکد کی وراثت جاری ہوتی ہے۔اس پس منظر میں علامہ شامی لکھتے ہیں: **إنَّ الحَقَّ الْمُتَأَكِّدَ يُورَثُ كَحَقِّ حَبْسِ الرَّهْنِ وَالرَّدِّ بِالْعَيْبِ، بِخِلَافِ الضَّعِيفِ كَالشُّفْعَةِ۔**[45] "حق متاکد میں وراثت جاری ہوتی ہے، جیسے رہن کے روکنے کا حق، خریدی ہوئی چیز میں عیب کے پائے جانے کی وجہ سے واپس کرنے کا حق، بخلاف حق ضعیف کے جیسے حق شفعہ۔" بعینہٖ کفار سے جنگ کی صورت میں حاصل ہونے والے مال غنیمت میں بلاشبہ مجاہدین کا حق ہوتا ہے، لیکن جب تک مال غنیمت تقسیم ہو کر مال ملتا نہیں تب تک اس میں ملک کا حصول نہیں ہوتا یعنی صرف حق ہوتا ہے جس کی بیع جائز نہیں ہوتی۔ گویا تقسیم سے پہلے دو صورتیں ہیں کہ مال غنیمت ابھی کفار کے علاقہ میں ہے، اس صورت میں حق ضعیف ہے لیکن جب مال غنیمت اکٹھا ہو کر اسلامی حکومت کی سرحدوں میں داخل ہوگیا تو یہ حق متاکد ہو جاتا ہے، تو اس صورت میں مال غنیمت کے حق کی وراثت یقیناً جاری ہو جائے گی۔ حقوق متاکدہ میں چونکہ حق تحجیر بھی شامل ہے لہٰذا احناف کے نزدیک اس میں وراثت جاری ہوگی۔ حقوق سبق کی جدید صورتیں یعنی حق تالیف وطباعت، تجارتی نام ٹریڈ مارک وغیرہ میں بھی بالاتفاق وراثت دو وجہ سے جاری ہوتی ہے: 1۔ جمہور اور اکثر معاصرین احناف کے نزدیک یہ مالی حقوق ہیں اور مالی حقوق میں وراثت جاری ہوتی ہے نیز یہ تمام حقوق حق اسبقیت کے حکم میں ہیں جیسے حق اسبقیت میں وراثت جاری ہوتی ہے اسی طرح ان حقوق دانش میں بھی وراثت جاری ہوگی۔ 2۔ بعض کے نزدیک یہ حقوق شرعیہ نہیں ہیں ان کی بیع وشراء جائز نہیں ان کے نزدیک ان حقوق میں وراثت بھی جاری نہیں ہوگی لیکن راجح جمہور کا قول ہے۔

---

[42] محمود بن احمد عینی، البنایۃ شرح الہدایۃ (بیروت: الکتب العلمیہ 2000ء)، 12: 338۔

[43] ابن قدامہ، المغنی، 5: 420۔

[44] عبد الواحد بن اسماعیل رویانی، بحر المذہب (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2009ء)، 7: 294۔

[45] ابن عابدین، رد المحتار، 5: 343۔

حقوق مجردہ کی وصیت

کن چیزوں کی وصیت ہو سکتی ہے؟ جس چیز کی وصیت کی جائے اس میں کیا شرط ہے؟ اس بارے میں علامہ سمرقندی تحریر کرتے ہیں: "جس چیز کی وصیت کی جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مال ہو پھر مال کی دو قسمیں ہیں: منافع اور اعیان منافع کی وصیت بھی جائز ہے۔ اس طرح کہ کسی نے وصیت کی کہ میرا فلاں غلام فلاں آدمی کی خدمت کرے گا یہ وصیت صرف خدمت کی ہوگی ورنہ غلام کی ذات ورثہ کی ملک ہوگی۔"[46] چنانچہ علامہ شامی اس ضمن میں تحریر کرتے ہیں: **وَمَا يَجْرِي فِيهِ الْإِرْثُ تَجْرِي فِيهِ الْوَصِيَّةُ، لِأَنَّهَا أُخْتُهُ۔**[47] "جن چیزوں میں وراثت جاری ہوتی ہے ان میں وصیت بھی جاری ہوتی ہے کیونکہ وصیت وراثت کی بہن (مثل) ہے۔" باقی یہ اشکال کہ بعض حقوق جیسے حق شرب میں جہالت ہوتی ہے، تو اس کی وصیت کیسے جائز ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ حق شرب کی بطور مال وراثت جاری ہوگی چنانچہ اس سے نفع اٹھانے کی وصیت بھی درست ہے، کیونکہ مرنے کے بعد وصیت وراثت کی طرح ہے، لہٰذا وصیت کا حکم بھی وراثت کے حکم کی طرح ہوگا۔ جب کہ جس چیز کی وصیت کی جارہی ہے اس کا مجہول ہونا وصیت سے مانع نہیں، کیونکہ یہ سب سے وسیع عقد ہے، حتی کہ معدوم کیلئے معدوم کی وصیت بھی درست تسلیم کی جاتی ہے۔ جب ثابت ہوگیا کہ جن میں وراثت جاری ہوتی ہے ان میں وصیت بھی جاری ہوتی ہے تو دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ اس سے واضح ہوگیا کہ جن حقوق مجردہ میں وراثت جاری ہوتی ہے ان میں وصیت بھی جاری ہوگی۔ حقوق مجردہ میں سے صرف حقوق ضروریہ جو دفع ضرر کے لیے مشروع ہیں، یعنی حق شفعہ اور بیوی کا باری میں حق اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ باقی حقوق مجردہ کی اقسام یعنی حقوق ارتفاق حق اسبقیت اور حقوق سبق کی جدید صورتوں میں بالاتفاق وراثت جاری ہوتی ہے، لہٰذا ان کی کی وصیت بھی درست ہوگی۔

حقوق مجردہ کا ہبہ

حقوق مجردہ کا ہبہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کی تفصیل پہلی بحث حقوق مجردہ کی بیع میں گزر چکی ہے، یعنی جن اشیا کی بیع درست ہے، ان کا ہبہ بھی درست اور جائز ہے اور جن کی بیع جائز نہیں ان کا ہبہ بھی جائز نہیں۔

حقوق مجردہ کا اجارہ

اجارہ کے سلسلے میں عین کا مالک بنانا اگر عوض کے ساتھ ہو تو بیع ہے، اگر بغیر عوض کے مالک بنایا جائے تو اس کو ہبہ، صدقہ اور وصیۃ کہتے ہیں، لیکن اگر منافع کا مالک بنانا ہو تو بغیر عوض کے اسے عاریہ اور وصیہ کہتے ہیں، اگر عوض کے ساتھ مالک بنایا جائے تو اسے اجارہ کہتے ہیں۔ اجارہ کی تعریف کرتے ہوئے بیع المنافع اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں بیع والا معنی پایا جاتا ہے۔ مذاہب اربعہ میں اجارہ بیع کی ہی ایک قسم قرار دیا گیا ہے، چنانچہ المدونہ کے مطابق اجارہ بیع کی ایک قسم ہے جو چیزیں بیع

---

[46] محمد بن احمد سمرقندی، تحفۃ الفقہاء (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1994ء)، 3: 208۔

[47] ابن عابدین، رد المختار، 6: 445۔

کو فاسد کرتی ہیں وہ اجارہ کو بھی فاسد کرتی ہیں اور جو چیزیں بیع کو جائز کرتی ہیں وہ اجارہ کو بھی جائز کریں گی۔"[48] اس ضمن میں امام شافعی لکھتے ہیں: **فَالْإِجَارَاتُ صِنْفٌ مِنْ الْبُيُوعِ؛ لِأَنَّهَا تَمْلِيكٌ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنْ صَاحِبِهِ۔**[49] "اجارہ بیع کی ایک قسم ہے کیونکہ اس میں بھی ہر ایک دوسرے کو مالک بناتا ہے۔"

اسی طرح مجد الدین حنفی تحریر کرتے ہیں کہ اجارہ کو بیع المنافع اس لیے کہا گیا کیونکہ اس میں بیع والا معنی پایا جاتا ہے۔[50] گویا اجارہ بالاتفاق بیع کی ایک قسم ہے، اسی لیے مذاہب اربعہ نے اجارہ پر بہت سے احکام بیع والے قائم کیے ہیں۔ اجارہ میں ضروری ہے کہ منافع اور اجرت معلوم ہو اور جو چیز بیع میں ثمن بن سکتی ہے، وہ اجارہ میں اجرت اور کرایہ بن سکتی ہے۔ اس میں بیع کی طرح خیار رویت، خیار عیب، خیار شرط ثابت ہوتے ہیں اس کا اقالہ بھی کیا جاسکتا ہے، اور اس کو فسخ بھی کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا مذکورہ ابحاث سے واضح ہوجاتا ہے کہ اجارہ کے احکام بیع والے ہیں اس لیے حقوق مجردہ کا اجارہ کی جواز و عدم جواز کے لیے یہ قاعدہ ہے کہ جن حقوق کی بیع اور معاوضہ جائز ہوگا ان کا اجارہ بھی درست ہوگا اور جن حقوق کی بیع ومعاوضہ جائز نہیں ہوا ان کا اجارہ بھی جائز نہیں ہوگا۔

خلاصہ بحث

حقوق مجردہ کا اسقاط بلاعوض یعنی ان سے بغیر کسی عوض کے دست بردار ہونا تمام قدیم وجدید علما کے نزدیک جائز ہے۔ حقوق مجردہ میں سے حقوق ضروریہ (حق شفعہ، باری میں بیوی کا حق) میں وراثت اور وصیت جاری نہیں ہوتی۔ باقی حقوق مجردہ میں اکثر احناف کے نزدیک وراثت اور وصیت جاری ہوگی۔ جس چیز کی وصیت کی جائے اسے مال یا مال سے متعلق ہونا چاہیے, نیز منافع کی وصیت بھی جائز ہے۔ حقوق مجردہ چونکہ جمہور کے نزدیک مال ہیں اس لیے جمہور کے نزدیک حقوق مجردہ کی وصیت جائز ہے، جبکہ احناف کے نزدیک منافع مال نہیں ہے، لیکن وصیت کے مسئلے میں منافع مال کے حکم میں جاتا ہے۔ احناف نے صراحت کی ہے کہ وصیت وراثت کی مثل ہے، یعنی جن کی وراثت درست ہے ان کی وصیت بھی درست ہے۔ جہاں تک حقوق مجردہ کے معاوضے کا تعلق ہے تو حقوق ضروریہ [حق شفعہ اور باری میں بیوی کے حق]کا معاوضہ لینا بالاتفاق جائز نہیں، حقوق عقد اور حق سبق کی بیع بالاتفاق جائز نہیں، البتہ بطور دست برداری کے معاوضہ لینا جائز ہے۔ حقوق ارتفاق کی بیع جمہور اور معاصر فقہاکے نزدیک جائز ہے، جبکہ متقدمین احناف کے نزدیک بعض حقوق کی بیع جائز ہے اور بعض کی جائز نہیں۔اسی طرح حقوق مجردہ کی جدید صورتوں کی بیع ومعاوضہ بعض کے نزدیک ناجائز ہے لیکن جمہور معاصر فقہاکے نزدیک جائز ہے۔ جدید فقہی اکیڈمیوں کا فیصلہ بھی یہی ہے، اور اجارہ وہبہ کا حکم وہی ہے جو بیع کا ہے۔

---

[48] مالک بن انس، المدونۃ، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1994ء)، 3/ 115۔

[49] اسماعیل بن یحییٰ مزنی، مختصر، (بیروت: دار المعرفۃ، 1990ء)، 8/ 225۔

[50] مجد الدین عبداللہ بن محمود، الاختیار لتعلیل المختار (قاہرہ: مطبع الحلبی، 1937ء)، 2/ 50۔